مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی
مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ملک کی عظیم دینی درسگاہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

اصحاب خیر خصوصی توجہ فرمائیں

آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہے کہ دینی مدارس اس وقت اسلام کے مضبوط قلعے اور مسلمانوں کے دینی تشخص کو برقرار رکھنے کا واحد موثر ذریعہ اور آخری پناہ گاہیں ہیں' آج پوری دنیا کی اسلام مخالف قوتیں دینی مدارس کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ حالانکہ ان مدارس میں قرآن وسنت اور دیگر علوم اسلامیہ کی تعلیم دی جاتی ہے' قرآن کریم کی تعلیم کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کبیر سے تعبیر کیا ہے' اس سے کفر وشرک' بدعات وخرافات اور تمام برائیوں کے خلاف ہر وقت جہاد کیا جاتا ہے۔ گویا کہ اس کی تعلیم حاصل کرنا اور پھر اسے آگے دوسروں تک پھیلانا جہاد اکبر ہے جو ان دینی مدارس کے ذریعہ جاری وساری ہے۔ مفکر پاکستان علامہ محمد اقبالؒ نے دینی مدارس کی اہمیت کے متعلق فرمایا

"ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو' غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مدارس میں پڑھنے دو۔ اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں' اگر ہندوستانی مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا' ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔"

ان ہی دینی مدارس میں سے آپ کا مدرسہ نصرۃ العلوم بھی ہے جسے ۱۹۵۲ء میں ایک مرد قلندر مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی مدظلہ العالی فاضل دار العلوم دیوبند نے نہایت بے سروسامانی کی حالت میں اللہ رب العزت کی ذات پر توکل کرتے ہوئے موہن سنگھ نامی جوہڑ پر قائم فرمایا' آج پچاس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اہلیان گوجرانوالہ بخوبی جانتے ہیں کہ گزشتہ پچاس برسوں میں مدرسہ نصرۃ العلوم نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم' معاونین اور خیر خواہوں کی پرخلوص دعاؤں اور تعاون سے اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق دینی خدمات سرانجام دی ہیں جس کی بدولت اس وقت آپ کا یہ مدرسہ پاکستان کے درجہ اول کے مدارس کی صف میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے تعلیم یافتہ نہ صرف گوجرانوالہ اور پاکستان کے ہر علاقہ میں بلکہ دنیا کے کئی مختلف ممالک میں کتاب اللہ' سنت رسول اللہ اور دینی تعلیمات سے بنی نوع انسان کے قلوب کو منور کر رہے ہیں جو یقیناً ایک صدقہ جاریہ ہے جس میں عامۃ المسلمین اور خصوصاً اہلیان گوجرانوالہ کا بھرپور حصہ ہے اور اس کا اجر وثواب ان کو اخروی زندگی میں حاصل ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اسی مناسبت سے رمضان المبارک کے موقع پر ہم ہر سال مدرسہ نصرۃ العلوم کے معاونین اور خیر خواہوں کی خدمت میں گزارش کیا کرتے ہیں کہ وہ اپنی حلال طیب کمائی میں سے مدرسہ کو فراموش نہ کریں اور حسب معمول اپنے پرخلوص تعاون سے اس دینی کام کو رواں دواں رکھیں' اس کو مصر کے قومی شاعر احمد شوقی نے اس طرح کہا ہے:

ے فانصر بهمتك العلوم واهلها ان العلوم قليلة الانصار

اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق علم اور اہل علم کی مدد کرو کیونکہ علوم کے مددگار لوگ دنیا میں کم ہی ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا قول بھی ہے "دینی تعلیم میں پیسہ خرچ کرنا دیگر امور میں خرچ کرنے کی بنسبت دوہرا اجر پاتا ہے۔" اس لیے کہ ایک تو پیسہ مستحقین تک پہنچتا ہے اور دوسرا دینی تعلیم میں معاونت کا علیحدہ اجر وثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت وطن عزیز پاکستان شدید ترین معاشی' اقتصادی اور سیاسی زبوں حالی کا شکار ہے جس کے اثرات مہنگائی کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ بجلی اور سوئی گیس کے بھاری بھرکم بلز اور روزمرہ اشیاء ضرورت کی قیمتوں میں ہوش ربا زیادتی سے جہاں ایک عام آدم متاثر ہوا ہے وہاں دینی مدارس کے بجٹ پر بھی منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ ایسے حالات میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو جاری رکھنا جہاد ہی تو ہے اور اس میں حصہ لینے والے خوش نصیب ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ ایسے حالات میں بھی نیکی کی توفیق دیتا ہے۔

مدرسہ نصرۃ العلوم میں اس وقت (۸۰) سے زائد عملہ تعلیمی اور انتظامی ذمہ داریاں بحسن وخوبی سرانجام دے رہا ہے اور بارہ سو سے زائد طلبہ وطالبات مختلف

شعبہ جات مثلاً مکمل درس نظامی، حفظ وناظرہ، تجوید وقرات اور مڈل تک عصری تعلیم سے روشناس ہو رہے ہیں جن کا باقاعدہ سرکاری بورڈ اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے ہر سال امتحان دلایا جاتا ہے۔ مدرسہ کے دارالاقامہ میں تین سو سے زائد مسافر طلباء رہائش پذیر ہیں جنہیں مدرسہ سے دو وقت کا کھانا، کتب، علاج معالجہ، چارپائی، لباس اور ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے۔ مدرسہ کے تحت ادارہ نشر واشاعت کے شعبہ میں پچاس سے زائد علمی وتحقیقی کتب شائع ہو چکی ہیں اور دارالافتاء سے تقریباً دس ہزار فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں۔ مدرسہ کا ماہانہ رسالہ "نصرت العلوم" بھی ۱۹۹۵ء سے جاری ہے اور شعبہ کمپیوٹر بھی احسن طریقہ سے چل رہا ہے لیکن فی الحال کئی اہم شعبہ جات وسائل کی کمی کے باعث التوا میں پڑے ہوئے ہیں جن کی اشد ضرورت ہے۔ مدرسہ نصرت العلوم چونکہ سرکاری گرانٹ حاصل نہیں کرتا اور اس کے بجٹ کا سارا دارومدار عوام الناس کے چندوں پر ہی منحصر ہے اس لحاظ سے مدرسہ کا ماہانہ خرچ تقریباً چار لاکھ روپے ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے کرم اور آپ حضرات کے پرخلوص تعاون سے اب تک پورا ہوتا رہا ہے لیکن چند ماہ قبل مدرسہ کی گاڑی کو حادثہ پیش آ جانے کی وجہ سے دو جانوں کے ضیاع کے ساتھ خاصا مالی نقصان بھی ہوا ہے جس کی وجہ سے مدرسہ زیر بار ہے۔ اس لیے آپ حضرات سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ اپنے اموال زکوٰۃ وعشر، صدقات وخیرات، عطیہ، ہدیہ اور ماہانہ وسالانہ چندہ جات کی صورت میں مدرسہ کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں اور کسی وقت فرصت نکال کر خود مدرسہ تشریف لا کر کام کا جائزہ لیں اور ضروریات دیکھیں۔ آپ کے اس تعاون سے صدقہ جاریہ کی صورت میں یہ دینی سلسلہ تا قیام قیامت جاری رہے گا اور ہم سب اس کے معاون ومددگار بن کر دنیا وآخرت میں سرخرو ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے جان ومال اور عزت وآبرو میں برکت نصیب فرمائے۔

آمین یا الٰہ العالمین۔

امریکی عورت کا المیہ ------------ منو بھائی

نیویارک سے ہیوسٹن تک امریکہ کے چار بڑے شہروں میں ڈیڑھ ماہ سے زیادہ عرصہ قیام کے دوران، سینکڑوں دوستوں، ہزاروں پاکستانیوں، ہندوستانیوں اور دیگر ایشیائی ملکوں کے محنت کشوں اور کاروباری لوگوں سے انفرادی اور اجتماعی ملاقاتوں، کم از کم ایک درجن بڑے جلسوں، ادبی محفلوں، مذاکروں میں شرکت، تین ٹیلی ویژن پروگراموں اور تین ریڈیو انٹرویوز میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کرنے اور یہاں کی شان وشوکت، گہما گہمی اور رونق دیکھنے کے علاوہ میں نے امریکی معاشرے کے بعض انتہائی گھناؤنے پہلو بھی دیکھے ہیں۔

ناصر کاظمی نے کہا تھا

یاد ہے سیر چراغاں ناصر
دل کے بجھنے کا سبب یاد نہیں

مگر میں نے یہاں جو کچھ بھی دیکھا ہے اس میں سب سے نمایاں یہاں کی عورت کی حالت زار ہے اور مجھے سب سے زیادہ ترس بھی یہاں کی عورت پر ہی آیا ہے۔ میرے خیال میں سرمایہ داری نظام اور منڈی کی معیشت یعنی معیشت بازار میں سب سے زیادہ اور سب سے سستے داموں فروخت ہونے والا "مال" عورت ہے اور سب سے زیادہ استحصال کا نشانہ بننے والی بھی عورت ہے۔ میرے اس خیال سے یہاں کے صوفی مشتاق، جوہر میر، منظور اعجاز اور افتخار نسیم جیسے دانشور دوستوں کو بھی اتفاق ہے کہ امریکہ میں کتوں اور بلیوں کا عورتوں سے زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ موٹر کاروں کے پہیوں اور انجنوں پر عورتوں سے زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ میرے ان دانشوروں کا یہ خیال بھی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ بازاری معیشت کا نظام سرمایہ داری اگر اسٹاک مارکیٹ کے کریش کر جانے کے صدمے سے بچ بھی گیا تو عورت کی بے حرمتی کے ہاتھوں مارا جائے گا۔

یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ میں کوئی نیکوکار نہیں اور اخلاقیات کا علم بردار بننا بھی مجھے زیب نہیں دیتا مگر انسان اور حیوان میں تمیز رکھتا ہوں اور یہاں امریکہ کے بڑے شہروں میں یعنی بڑی منڈیوں اور بازاروں میں، سڑکوں، پارکوں، ٹیوب اسٹیشنوں، دفتروں، نائٹ کلبوں، ہوٹلوں کے کمروں، لابیوں اور گھروں میں اچھے بھلے انسانوں کو حیوانوں میں تبدیل ہوتے دیکھ کر دکھی ہوتا ہوں اور یہ سن کر بھی تکلیف ہوتی ہے کہ عورتوں کے لیے وہی الفاظ استعمال ہوتے ہیں جو کتوں اور بلیوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

دنیا کی پندرہ بڑی ملٹی نیشنل کارپوریشنیں محض عورتوں کی آرائش وزیبائش کا سامان تیار کر کے اربوں ڈالر کماتی ہیں مگر ان کی مصنوعات سے عورتوں کی صحت پر کوئی اچھا اثر نہیں پڑتا۔ یہ تمام مصنوعات لباس سے زیبائش اور میک اپ تک مردوں کے دل لبھانے کے لیے ہوتی ہیں۔ عورتوں کو دیدہ زیب بنانے اور انہیں بازار میں بٹھانے کے لیے ہوتی ہیں۔

یہ لکھتے وقت محسوس ہوتا ہے کہ بہت سی نیک دل خواتین کو میری یہ باتیں اچھی نہیں لگ رہی ہوں گی لیکن اگر انہوں نیویارک، واشنگٹن، لاس ویگاس اور ہیوسٹن کے نائٹ کلبوں میں اسکولوں اور کالجوں کی طالبات اور دیگر ضرورت مند لڑکیوں کو تمام کپڑے اتار کر ناچتے تھرکتے اور بازی گری کے انتہائی بے ہودہ مظاہرے کرتے اور انتہائی مکروہ قسم کے لوگوں کی آغوشوں میں لوٹ پوٹ ہو کر بلیں وصول کرتے دیکھا ہو تو ان کی آنکھیں بھیگ جائیں گی یا پومپیائی کا زلزلہ یاد آ جائے گا یا طوفان نوح کا سبب بننے والی بارش امڈتی دکھائی دے گی۔

امریکی معاشرے میں مردانگی کا مضحکہ خیز گھمنڈ یورپ کے معاشروں سے بھی زیادہ ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی کمزوری بھی ہے۔ امریکی آئین، قوانین اور اقدار میں انسانی حقوق کی پاسداری کے بہت تذکرے ہیں مگر یہ تذکرے امریکی معیشت کی طرح کھوکھلے، بے جان اور بے روح ہیں۔ امریکہ میں عورت کی بے حرمتی کی وجہ سے خاندانوں کی طرح ازدواجی زندگی بھی وفات پا چکی ہے۔ بازاری معیشت نے یہاں کی اخلاقی قدروں کا بھی دیوالیہ نکال دیا ہے۔ اخلاقی افلاس سے جو قحط جنم لیتا ہے وہ تمام قحطوں سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ امریکہ اس قحط سے دوچار ہو چکا ہے۔

(بشکریہ جنگ)